خاندانی نظام میں وراثت کی غیر شرعی تقسیم اور اس کے اثرات

Unislamic distribution of inheritance in Family System and Its Effects

Hafiz Muhammad Kashif
PhD scholar Department of Usool ul Deen
University of Karachi
Email: 786kashif2015@gmail.com

Abstract

The practice of distribution of inheritance was present in the age of "Jahliya" but it was not based on the principles of justice and equity. Rather it depended upon the liking and disliking of the dead person who never cared for these principles, But, the religion of Islam built the foundation of distribution of inheritance on the system of justice and in accordance with justice and fairness, it established this unique system of inheritance based on the key principles of kinship, need and distribution of wealth. It was these principles which guaranteed the eradication of cruelty, injustice and of un moderate ways But in modern times, owing to factors like ignorance, aversion to religion and distance from Shariat, the Muslims have begun to neglect the most paramount matter of division of inheritance just like other financial matters. It means the cruelty and un moderate ways related to the distribution of inheritance which were once found in the world before the religion of Islam are still present in different forms among the Muslims and are having the fatal effects on the family life. In establishing an ideal society, the Muslims Ummah, including the beloved country Pakistan, is facing serious problems and obstacles.

In this research paper, all such types of un islamic practices and their impacts on family life will be examined and different suggestions will be presented to eradicate the non-shariat customs regarding the distribution of inheritance

Keywords: Family System, Distribution of Inheritance, Customs and Traditions, Ignorance, Justice and Fairness

تمہید

اسلام سے قبل دنیا میں میت کے مال متروکہ کی منتقلی کے مختلف طریقے رائج تھے جن میں قدرِ مشترک کے طور پر ایک امر بکثرت پایا جاتا تھا کہ خواتین، یتیم اور کمزور وافراد کا استحصال کیا جاتا تھا انہیں میت کے مال متروکہ

سے اولاً تو کچھ دیا ہی نہ جاتا اور اگر دیا بھی جاتا تو برائے نام معمولی سا حصہ دیا جاتا۔ چنانچہ اس وقت جتنے مذاہب اور ملکی آئین نافذ تھے، ان سب میں عورت کی حیثیت محض یہ تھی کہ وہ تمام عمر خاوند کی گرفت میں رہے، باپ اور خاوند کی میراث سے اسے کچھ بھی نہ ملے ۔ عورت کی زندگی میں جب خاوند اور باپ کا سہارا ٹوٹ جاتا تو وہ اپنی بقیہ زندگی گزارنے کے لیے اس وسیع آسمان کے نیچے محض بے بس اور مضطرب بن کر رہ جاتی۔ لیکن اسلام نے عورت کے لیے میراث میں ایک مستقل حصہ مقرر کر دیا تاکہ عورت بھی اپنے حوائج میں مرد کی طرح پورے سکون سے زندگی گزار سکے۔ ائمہ مفسرین لکھتے ہیں "اهل الجاهلية كانوا لا يورثون الضعفاء ولا النساء فانزل الله تعالى ذلك" ([1]) (اسلام سے قبل لوگ کمزوروں اور عورتوں کو میراث نہیں دیتے تھے تو اللہ تعالی نے اس کا حکم نازل کیا)

دین اسلام کا یہ اعزاز ہے کہ اس نے جہاں دیگر معاملات میں افراط و تفریط کو ختم کیا وہیں "تقسیم میراث" کے معاملے میں بہترین طریقہ عطا فرمایا۔ محروموں کو حق دیا اور جابروں کو ان کی حدود میں رکھا اور ہر ایک کو اس کے مناسب حصہ عطا فرمادیا بطور خاص عورتوں اور یتیم بچوں کے حوالے سے خصوصی احکامات دیئے، عورتوں اور بچوں کو وراثت سے حصہ نہ دینے کی رسم کو باطل کرتے ہوئے قرآن مجید نے مرد و عورت میں سے ہر ایک کو اسکے والدین اور دیگر رشتہ داروں کے مالِ وراثت میں حصہ دار قرار دیا ہے اور خاص طور پر یتیم بچوں کے مال کی حفاظت کرنے، بوقت ضرورت انہیں ان کا مال دیدینے اور ان کے مال میں ہر قسم کی خیانت سے بچنے کا نہایت تاکیدی حکم دیا، اور انکا مال کھانے کو اپنے پیٹ میں آگ بھرنا قرار دیا۔

اسلامی تقسیمِ میراث کا امتیاز اور آیتِ میراث کا شانِ نزول:

اسلامی تقسیم میراث کی اس امتیازی شان کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے جس کے پس منظر میں آیتِ میراث نازل ہوئی چنانچہ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ آیت میراث اس وقت نازل ہوئی جب حضرت سعد بن ربیع کی بے کس بیوی نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں فریاد کی واقعہ یہ تھا کہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ ([2]) غزوۂ احد میں شہید ہوگئے، ان کی شہادت کے بعد ان کے بھائی نے عرب کے قدیم رواج کے مطابق تمام جائیداد پر قبضہ کر لیا جس کی وجہ سے ان کی بیوی اور دو لڑکیاں محروم ہوگئیں۔ وہ بے چاری بے بسی کے عالم میں اپنی یتیم بچیوں کو لے کر فریادرسی کے لیے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی۔ حضور میں سعد بن ربیع کی بیوی ہوں اور یہ ان کی دو یتیم بیٹیاں ہیں۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میرا خاوند تو غزوۂ احد میں شہید ہو چکا ہے اور جو کچھ اس کی جائیداد تھی اس پر اس کے بھائی نے قبضہ کر لیا ہے میرے پاس اتنا بھی نہیں کہ میں ان بچیوں کی شادی

کر سکوں، آپ ﷺ نے اس بے کس عورت کی فریاد سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ خود اس معاملے میں فیصلہ کرے گا۔ پھر میراث کی آیات نازل ہوئیں۔

" یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین۔ "الخ(3)(اللہ تعالی تمہیں اولاد کی میراث میں سخت تاکید فرماتا ہے باپ کی میراث میں دولڑکیوں کا حق ایک لڑکے کے برابر ہے) چنانچہ آپ ﷺ نے سعد کے بھائی کو بلایا اور فرمایا: ترکہ میں سے دوتہائی سعد کی بچیوں کو دو اور آٹھواں حصہ ان کی بیوی کو اور جو باقی بچے وہ تمہارا ہے (4) میراث میں اکثر کمزوروں اور عورتوں کا حق تلف ہوتا ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس پر سخت تاکید فرمائی کہ "احرج مال الضعیفین المرأۃ والیتیم "(5) میں تمہیں سخت تاکید کرتا ہوں کہ عورتوں اور یتیم کے مال سے بچتے رہنا کیونکہ یہ اپنی کمزوری کی وجہ سے اپنا حق وصول نہیں کرسکتے۔

تقسیم میراث کے حوالہ سے دورِ صحابہ اور موجودہ دور:

جس دور میں مسلم معاشرہ کے افراد اسلامی روایات واقدار کے مطابق عمل پیرا تھے اس وقت معاشرہ میں صنفِ نازک اور کمزور لوگوں کے ساتھ ہمدردی کا اندازہ اس امر سے لگایئے کہ آیت میراث کے نزول کے بعد صحابہ پر اتنا اثر ہوا کہ بے سہارا اور بے کس عورتوں کو میراث دلانے کے لیے ایسے ایثار سے کام لینے لگے جس کی اقوامِ عالم کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ چنانچہ امام شعرانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں "کان بعض الصحابة اذا حضرت الموت یتزوج من شاء من النساء اللاتی لیس لهن من یقوم بشأنهن بقصد شرکتها فی میراثه" (6) بعض صحابہ نے میراث دلانے میں اتنا ایثار کیا کہ جس بیماری میں انہیں بچنے کی امید نہ ہوتی ایسی عوتوں سے نکاح کر لیتے جن کا دنیا میں کوئی سہارا نہ ہوتا، اس ایثار کا مقصد یہ تھا کہ موت کے بعد ہماری جائیداد سے ان کو میراث مل جائے۔

میراث کے عمل میں صحابہ کرام تو بے کس عورتوں سے حالتِ مرض میں جائیداد دینے کے لیے نکاح کر لیتے تھے اور آج ہمارے معاشرہ میں مسلمان حالت مرض میں بعض عورتوں کو طلاق دے دیتے ہیں تاکہ ہمارے مرنے کے بعد ہماری جائیداد سے بالکل حصہ نہ لے سکیں۔

تقسیمِ میراث کے عمل میں اکثر خرابی اس وقت ہوتی ہے جب کوئی صاحبِ جائیداد مرنے لگے، تو اس وقت بعض وارث کوشش کرتے ہیں کسی طرح جائیداد میں سے ہمیں سب سے زیادہ حصہ ملے اس لیے وہ مرنے والے کو مجبور کرتے ہیں یا مرنے والا خود کسی مجبوی میں اپنے طبعی میلان کے تحت وصیت یا انتقال کے ذریعے بعض وارثوں کو محروم کر دیتا ہے۔ بعض دفعہ اسے یہ خیال اٹھتا ہے چونکہ میں اپنی جائیداد کا واحد مختار ہوں اس لیے کمی بیشی کا مجھے پورا حق حاصل ہے اور شرعاً مجھ پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ حالانکہ شرعاً یہ خیال محض ایک وسوسہ اور دھوکہ ہے اس

سلسلہ میں محدث ابن جوزی لکھتے ہیں "ومنهم من يجاوز في وصية ويحرم الوارث ويرى انه ماله يتصرف فيه كيف شاء فنسى انه بالمرض قد تعلقت حقوق الوارثين به (7) بعض وصیت کرنے میں حد سے تجاوز کرتے ہیں اور کسی حقیقی وارث کو محروم کر دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا اپنا مال ہے جس طرح چاہیں اس میں تصرف کر سکتے ہیں اور شریعت کا یہ حکم بھول جاتے ہیں کہ بیماری کی حالت میں وارثوں کے حقوق بھی اس کے مال سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔

شرعی تقسیم میراث کے جامع اصول:

اسلام نے تقسیم میراث کے عمل کی بنیاد قرابت، ضرورت اور تقسیم دولت کے جامع اصول و قواعد پر رکھی ہے اور تقاضائے عدل کے عین مطابق ہر وارث کے مرنے والے سے درجہ قرابت کالحاظ رکھتے ہوئے اس انداز سے بٹوارے کا جامع طریق کار وضع کیا ہے کہ اس وارث کی مالی ضرورت بھی پوری ہو جائے اور دولت بھی سمٹ کر چند افراد کے ہاتھوں میں نہ چلی جائے اس حوالہ سے پیر کرم شاہ الازہری تفسیر ضیاء القرآن میں لکھتے ہیں " اسلام نے صحت مند معاشرہ کو معرض وجود میں لانے کے لیے کنبہ کو بڑی اہمیت دی ہے اور اس کے افراد کے مفاد کو یوں ایک دوسرے سے وابستہ کر دیا ہے کہ محبت و قرابت کا باہمی رشتہ بھی ٹوٹنے نہ پائے۔ اس کے لیے جو وسائل اختیار کیے ہیں انہی میں سے ایک نظام میراث ہے۔ زندگی میں اگر کنبہ کا کوئی فرد افلاس و غربت کا شکار ہو جائے تو دوسرے افراد پر اس کے نفقہ کو فرض قرار دیا۔ اسی طرح موت کے بعد متوفی کے قریبی رشتہ داروں میں اس کی جائیداد کو تقسیم کرنے کا حکم دیا تاکہ زندگی اور موت میں کنبہ کا مفاد، یوں باہم پیوستہ رہے کہ جدائی کا خیال ہی ان میں راہ نہ پا سکے۔ کنبہ کے اتحاد کو برقرار رکھنے کے لیے نظام وراثت میں "قرابت کا اصول" پیش نظر رکھا گیا۔ میراث میں حصہ کے ملنے یا نہ ملنے اور حصہ کے کم یا زیادہ ہونے میں رشتہ کی نزدیکی اور دوری کو بہت بڑا دخل ہے۔ "دوسرا اصول ضرورت ہے"۔ یعنی قریبی رشتہ داروں میں حصہ کی کمی بیشی کا مدار ضرورت (Necessity) کو قرار دیا۔ جتنی کسی کی ضروریات زیادہ اور ذمہ داریاں کثیر ہوں گی اس لحاظ سے اس کا حصہ مقرر کیا جائے گا۔ مثلاً متوفی کے والدین اور اس کی اولاد کی قرابت بالکل مساوی نوعیت کی ہے لیکن اولاد جو زندگی کے سفر کا اب آغاز کر رہی ہے اس کی ضروریات، والدین کی ضروریات سے کہیں زیادہ ہوتی ہیں، جو اس طویل سفر کی آخری منزل میں قدم رکھ چکے ہیں۔ نیز والدین کے پاس تو زندگی بھر کا کچھ نہ کچھ اندوختہ ہوتا ہی ہے اور اولاد بالکل خالی ہاتھ ہے۔ یہی فرق لڑکی اور لڑکے میں ہے، لڑکی پر کسی قسم کی ذمہ داری نہیں شادی سے پہلے اس کے والدین اس کی تمام ضروریات کے کفیل ہیں اور شادی کے بعد اس کی رہائش، لباس اور خورد و نوش کی تمام تر ذمہ داری خاوند پر ہے۔ اس کی

اولاد کی تعلیم وتربیت کے جملہ مصارف بھی اس کے خاوند کے ذمہ ہیں۔ مزید برآں عملی زندگی کی سرگرمیاں جس سرمایہ کی محتاج ہیں، اس کا مہیا کرنا بھی مرد کی ذمہ داری ہے۔ یہ حقائق ہیں، جن کے پیش نظر اسلام نے والدین اور اولاد، عورت اور مرد کے حصوں میں فرق کیا ہے اور یہ فرق ہی عین عدل ہے۔ ان امتیازات کی موجودگی میں ان کے حصوں کو مساوی رکھنا مساوات تو ہو گی لیکن کھوکھلی اور ظالمانہ اور اسلام صرف اس مساوات کا علمبردار ہے جو عدل وانصاف پر مبنی ہو۔ "تیسرا اصول تقسیم دولت ہے" اسلام چاہتا ہے کہ دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں جمع نہ ہو جائے اور وراثت کی تقسیم میں بھی اس اصول کو ملحوظ رکھا۔ اس لیے صرف بڑے لڑکے یا صرف لڑکوں کو ہی وارث تسلیم نہیں کیا، بلکہ تمام اولاد، لڑکے اور لڑکیاں اور ان کے علاوہ کئی اور رشتہ داروں کو وارث قرار دیا تا کہ زیادہ سے زیادہ افراد میں یہ دولت تقسیم ہو۔ یہ وہ تین اصول ہیں (قرابت، ضرورت، تقسیم دولت) جن پر اسلام کا یہ بے نظیر نظام وراثت قائم ہے۔(8)"

خاندانی نظام میں وراثت کی غیر شرعی تقسیم کے طریقے اور ان کے اثرات:

اس وقت ہمارے معاشرہ میں تقسیمِ وراثت کے جو غیر شرعی طریقے محض رسوم ورواج، جہالت اور لاعلمی یا دین سے دوری اور حکمِ شریعت کو اہمیت نہ دینے کی وجہ سے مروج ہیں انہیں چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(1) صنفِ نازک / عورت کی میراث سے متعلق غیر شرعی طریقے (2) یتیم اور کمزور کی میراث سے متعلق غیر شرعی طریقے

(3) جملہ ورثاء کی میراث سے متعلق غیر شرعی طریقے (4) مطلقاً وراثت سے متعلق غیر شرعی طریقے

اب ان چاروں بنیادی نقائص اور خلافِ شرع طریقوں کے حوالہ سے معاشرے کے رویے اور ان کے اثرات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

(1) عورتوں کی میراث سے متعلق معاشرہ میں پائے جانے والے غیر شرعی طریقے اور اثرات:

اسلام میں تقسیمِ وراثت کے اندر عورت کے حصے کو خاصی اہمیت حاصل ہے بلکہ اسی صنفِ نازک کی وراثت سے محرومی ہی احکامِ میراث کے نزول کا سبب بنی اور تقسیمِ وراثت میں اسلام کا طرۂ امتیاز ہی یہ تھا کہ اس نے کرۂ ارض پر بنی نوع انسان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ عورت کو بحیثیت وارث مرنے والے کی جائیداد سے ایک معتد بہ حصہ دیا اور صنفِ نازک کی صدیوں سے چلی آنے والی اس محرومی کا ازالہ کیا اور اسے تقاضائے عدل کے مطابق وراثت سے حصہ دیا جو کہ بد قسمتی سے ہمارے خاندانی نظام میں قرآن واحادیث اور کتبِ فقہ ومیراث کا حصہ بن کر ہی رہ گیا ہے اور دورِ جاہلیت کی ناانصافیاں اور محرومیاں عود کرتی آرہی ہیں جس کی وجہ سے آج کا مسلم معاشرہ ماضی کی تابناک روایات کے برعکس ذلت اور پستی کا شکار ہوتا جا رہا ہے جس سے نکلنا شریعت پر از سرِ نو عمل پیرا ہونے کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

اس وقت ہمارے معاشرہ میں مختلف غیر شرعی طریقوں سے عورتوں کی میراث کا استحصال کیا جارہاہے۔ جن میں سے چند اس ریسرچ پیپر کا حصہ بنائے جاتے ہیں۔

بیٹیوں کی وراثت کے متعلق غیر شرعی اقدام:

اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب یا معاشرے میں بیٹیوں کو حصہ دینے کی کوئی روایت نہیں۔ عرب میں بھی بیٹیوں کو حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیوی اپنی دو بیٹیوں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ سعد بن ربیع کی بچیاں ہیں ان کا باپ جنگ احد میں شہید ہو گیا ہے۔ بچیوں کے چچانے سعد کے سارے ترکہ پر قبضہ کر لیا ہے اور ان کے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ اور مال کے بغیر ان کا نکاح بھی نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ خود اس معاملے میں فیصلہ کرے گا۔ پھر میراث کی آیات نازل ہوئیں۔ آپ ﷺ نے سعد کے بھائی کو بلایا اور فرمایا: ترکہ میں سے دو تہائی سعد کی بچیوں کو دو اور آٹھواں حصہ ان کی والدہ کو اور جو باقی بچے وہ تمہارا ہے۔(1) معلوم ہوا کہ تقسیم وراثت کے تمام احکام کی وجہ ہی بیٹی اور بیوی کا حصہ تھا۔

بیٹیوں کی وراثت کے متعلق غیر شرعی اقدام کے اثرات:

اسلام نے تو اپنی پاکیزہ تعلیمات میں بیٹیوں کے لیے باقاعدہ حصہ متعین کیا مگر ہمارے خاندانی نظام میں انہیں انکے اس وراثتی حصہ سے محروم کر دیا جاتا ہے اگر کوئی بہن اپنا حصہ وصول کرنے کے لیے آواز اٹھائے یا عملاً وصول کر بھی لے تو اس سے رشتہ داری کے تمام تعلقات توڑ کر اس کو حصہ دیا جاتا ہے۔ بھابھیاں اور بھائی طعنے دیتے ہیں کہ بھائیوں کے ساتھ اس نے شریکا کیا، اب کس منہ سے بھائیوں کے گھر آؤ گی۔ اب ہم سے کسی حسن سلوک کی توقع مت رکھنا۔ جب بھائیوں نے باپ کے ترکے کی کوئی چیز مثلاً زمین وغیرہ بیچنا ہو تو مجبوراً بہنیں عدالت میں بیان دے آتی ہیں کہ ہم اپنے حق سے دستبردار ہوتی ہیں اور اس طرح وہ اپنے اسلامی حق سے محروم رہ جاتی ہیں البتہ ہمارے معاشرہ میں مختلف مواقع پر بہنوں کو مالی تحائف یا برادری کے رسم ورواج پورا کرنے کے لیے جہیز، بھائیوں اور بھتیجوں کی شادیوں پر کپڑے، مٹھائی اور کوئی چھوٹا موٹا زیور، بھائیوں اور بھتیجوں کی پیدائش پر، بیٹی، داماد اور بیٹی کے ساس اور سسر کی وفات پر، بھانجے بھانجیوں کی شادیوں پر، بیٹی کے ہاں ہر بچے کی پیدائش پر کپڑے، جوڑے، کچی اور پکی روٹی، مویشی اور زیور تک دینے کا رواج پایا جاتا ہے۔ بیٹیوں اور بہنوں کو اس طرح دینا لوگ بڑی نیکی کا کام سمجھتے ہیں حالانکہ یہ سب ہندوانہ رسومات ہیں ان میں سے کسی ایک چیز کا بھی اسلامی احکام سے کوئی تعلق نہیں۔

☆ بیٹیوں کو حصہ نہ دینا جاہلی امور میں سے ہے اور اللہ کی نافرمانی ہے جس پر رسوا کن عذاب کی سزا سنائی گئی ہے۔☆ بیٹیوں کے اپنا حصہ وصول کر لینے کی وجہ سے بیٹیوں کو طعنے دینا بھی ایک ناروا کام ہے۔☆خود ساختہ رسم ورواج کے تحت بیٹیوں کو دینا اور اسلام کے احکام کے تحت دینے پر ناک بھوں چڑھانا اللہ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔☆ اسلامی احکام کے مطابق بیٹیوں کو حصہ خوش دلی سے ادا کر کے ان سے ہمیشہ حسن سلوک اور صلہ بھی کرتے رہنا ہی پسندیدہ اور درست عمل ہے۔☆ حصہ وصول کر لینے کی وجہ سے پر ان پر میکے کے دروازے بند کرنے کی دھمکی سنانا بھی اللہ تعالیٰ کو غصہ دلانے والی بات ہے۔☆ بیٹیوں کو حصہ نہ دینا اور تمام عمر اس کے خود ہندوانہ حقوق ادا کرتے رہنا شیطان کو خوش کرنا ہے۔ بلکہ یہ اسی کی پیروی ہے۔☆بیٹیوں کو حصہ نہ دینے کی وجہ سے بھائیوں کی کمائی میں حرام شامل ہو کر ساری کمائی کو حرام کر دیتا ہے، اور حرام کا ایک لقمہ بھی جس کے جسم میں گیا وہ جسم دوزخ کا ایندھن بنے گا۔اس طرح کے متعدد دینی، دنیاوی اور معاشرتی اثرات ہمارے خاندانی نظام پر مرتب ہو رہے ہیں۔

زندگی میں تقسیمِ جائیداد اور بیٹیوں کو نصف حصہ دینا:

ہمارے ہاں عدم مساوات کے رویوں میں ایک رویہ یہ بھی بکثرت پایا جاتا ہے کہ بعض والدین اپنی زندگی ہی میں تمام جائیداد تقسیم کر دیتے ہیں اور اس تقسیم میں بیٹیوں کو بیٹوں کی نسبت کم حصہ دیا جاتا ہے یا بیٹوں میں بھی برابری کی بنیاد پر حصوں کی تقسیم نہیں ہوتی جو کہ شرعی تقسیم سے متصادم ہے شرعی لحاظ سے والدین اپنی زندگی میں اولاد کو جو کچھ دیں تو ان کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو برابر برابر دیں اور اس برابری میں لڑکے لڑکیاں، نومولود، جوان اور بوڑھے تمام اولاد شامل ہیں۔ یہ اولاد ایک سے زائد بیویوں سے ہو یا صرف ایک ہی بیوی سے ان بچوں کی ماں زندہ ہو یا فوت ہو چکی ہو، ہر صورت میں برابری کرنا فرض ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت بشیر بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "وہ کہتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے ایک عطیہ دیا تو عمرہ بنت رواحہ [9] نے کہا کہ جب تک آپ اس پر رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہ بنائیں میں راضی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے عرض کی کہ میں نے عمرہ بنت رواحہ کے بیٹے کو ایک عطیہ دیا ہے تو اس نے کہا کہ پہلے میں آپ ﷺ کو اس پر گواہ بنالوں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا اس جیسا عطیہ تم نے تمام اولاد کو دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں" ۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: فاتقوا الله واعدلوا بين أولادكم. [10] "اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف قائم رکھو۔ چنانچہ وہ واپس گئے اور ہدیہ (اپنے بیٹے سے) واپس لے لیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فلا تشهدني إذا فإني لا أشهد على جور[11]. پھر مجھے گواہ نہ بناؤ اس لیے کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔" ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی میں جائیداد تقسیم کرنے کی صورت میں تمام اولاد کے درمیان مساوات شرعاً مطلوب ہے اور اس کے خلاف کرنا ظلم اور ناانصافی ہے۔ جبکہ ہمارے ہاں یہ طریقہ ایسا رائج ہو چکا ہے کہ عوام تو در کنار خواص بھی اس میں پڑے ہوئے ہیں جس کے یقینی اثرات معاشرہ پر بالعموم اور خاندانی نظام پر بالخصوص وقوع پذیر ہو رہے ہیں۔

باپ کی دوسری بیوی کو حصہ نہ دینے کا غیر شرعی اقدام اور اس کے اثرات:

مروجہ خاندانی نظام میں وراثت کی غیر شرعی تقسیم کے طریقوں میں ایک طریقہ یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ہمارے ہاں میراث تقسیم کرتے وقت بعض اوقات باپ کی دوسری بیویوں یعنی سوتیلی ماؤں کو حقِ وراثت سے محروم کر دیا جاتا ہے حالانکہ وہ بھی بیوی کی حیثیت سے دوسری بیوی یعنی بچوں کی حقیقی ماں کی طرح وراثت کی حق دار ہے۔ جبکہ شرعی طور پر جب باپ کی وراثت تقسیم کی جائے تو اس میں اس کی ہر بیوی کا حصہ ہوتا ہے اگرچہ وہ اولاد کے لئے حقیقی ماں کی جگہ سوتیلی ماں ہو کیونکہ سوتیلی ماں ہونا تو اولاد کے اعتبار سے ہے، جبکہ شوہر کے اعتبار سے تو وہ اس کی بیوی ہی ہے اور بیوی کا وراثت میں حصہ ہوتا ہے۔ اس رویہ کا خاندانی نظام پر یہ اثر پڑتا ہے کہ کئی عورتیں شرعی طور پر وارث ہونے کے باوجود اپنے حصہ سے محروم رہتی ہیں اور خاندانی نظام میں کسی پر بوجھ بن کر اپنی بقیہ زندگی گزارنے پر مجبور ہوتی ہیں جو کہ سراسر ناانصافی ہونے کے ساتھ ساتھ خاندانی نظام کے بگاڑ کا سبب بنتی ہے۔

بیوہ کے دوسری شادی کر لینے کی صورت میں اُسے پہلے شوہر کی میراث سے حصہ نہ دینا:

وراثت کی غیر شرعی تقسیم کے حوالے سے خاندانی نظام میں جو رویے پائے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہمارے ہاں دوسری شادی کر لینے کی وجہ سے بیوہ کو اس کا حصہ نہیں دیا جاتا حالانکہ شرعی طور پر جو عورت شوہر کے انتقال کے وقت اس کے نکاح یا اس کی عدت میں ہو وہ اپنے شوہر کی وارث ہے، پھر اگرچہ وہ عدت پوری ہونے کے بعد دوسری شادی کر لے جب بھی اس کا حقِ وراثت باقی رہتا ہے ختم نہیں ہو جاتا۔ لیکن ہمارے معاشرہ میں دوسری شادی کر لینے کی وجہ سے بیوہ کو اس کا حصہ نہیں دیا جاتا، یہ حکم الٰہی کی صریح خلاف ورزی اور ناجائز و حرام ہے اور اس سے بچنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

لڑکی کی قرآن کے ساتھ شادی اور اس کے اثرات:

ہمارے خاندانی نظام میں پاکستان کے بعض علاقوں خصوصاً سندھ میں لڑکیوں کی شادیاں قرآن سے کر دی جاتی ہیں تاکہ جائیداد باہر نہ جائے اور کوئی بھی شخص اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے کی بنیاد پر اس کے مال کا وارث نہ بننے پائے۔ اس

کے بہت زیادہ سنگین اور فحش قسم کے نتائج خاندانی نظام میں سامنے آرہے ہیں۔ قرآن کریم کتاب ہدایت ہے، جس کے نام پر یہ فعل انتہائی شرم ناک، ظالمانہ اور گستاخانہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والا کام ہے۔ اس گھناؤنے فعل میں شامل کسی مرد اور عورت کو فوراً توبہ کرکے بچی کی شادی شرعی طریقے کے مطابق کردینا چاہیے۔

(2) یتیم اور کمزور ورثاء کی میراث سے متعلق غیر شرعی طریقے اور اثرات:

یتیم وارثوں کو ان کا حصہ نہ دینے کا غیر شرعی اقدام اور اس کے اثرات:

وراثت کے مسئلے میں سنگین ترین صورت حال یتیم وارثوں کو ان کے حصے سے محروم کرنا اور انہیں حصہ نہ دینا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں بڑی سخت وعید آئی کہ بطور ظلم یتیموں کا مال کھانے والے بھڑکتی آگ میں جائیں گے چنانچہ قرآن کریم میں ہے: إن الذين يأكلون أموال اليتمى ظلما إنما يأكلون في بطونهم نارا وسيصلون سعيرا [12] ترجمۂ کنز العرفان: بیشک وہ لوگ جو ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں اور عنقریب یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔ اور حدیث پاک میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے روایت کیا، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار شخص ایسے ہیں جنہیں جنت میں داخل نہ کرنا اور اس کی نعمتیں نہ چکھانا اللہ تعالی پر حق ہے: (1) شراب کا عادی۔ (2) سود کھانے والا۔ (3) ناحق یتیم کا مال کھانے والا۔ (4) والدین کا نافرمان [13] یتیم کا مال ناحق کھانا کبیرہ گناہ اور سخت حرام ہے مگر ہمارے معاشرہ میں لوگ اس کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ عموماً یتیم بچے اپنے تایا، چچا وغیرہ کے ظلم وستم کا شکار ہوتے ہیں، انہیں ان کا شرعی حق نہیں ملتا جس کی وجہ سے وہ کسمپرسی کے عالم میں زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں جو کہ خاندانی نظام کی بہتری میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ واضح رہے کہ یتیم کا مال کھانے کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی باقاعدہ کسی بری نیت سے کھائے تو ہی حرام ہے بلکہ ہمارے خاندانی نظام میں مروج کئی صورتیں ایسی ہیں کہ آدمی کو شرعی احکام کا علم بھی نہیں ہوتا اور وہ تیموں کا مال کھانے کے حرام فعل میں ملوث ہو جاتا ہے جیسے جب میت کے ورثاء میں کوئی یتیم ہے تو اس کے مال سے یا اس کے مال سمیت مشترک مال سے دوسرے لوگوں کیلئے فاتحہ تیجہ وغیرہ کا کھانا حرام ہے کہ اس میں یتیم کا حق شامل ہے، لہذا یہ کھانے صرف فقراء کیلئے بنائے جائیں اور صرف بالغ ورثاء کے مال سے ان کی اجازت سے تیار کئے جائیں ورنہ جو بھی جانتے ہوئے یتیم کا مال کھائے گا وہ دوزخ کی آگ کھائے گا اور قیامت میں اس کے منہ سے دھواں نکلے گا۔

کسی بھی وارث کا مال غصب کر لینے کا غیر شرعی اقدام اور اس کے اثرات:

کسی کی وراثت کا حصہ دبا لینا، ناحق مال کھانے میں داخل ہے اور اس سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے، چنانچہ فرمایا: "يأيها الذين امنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل" (14) اے ایمان والو! باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ۔

اور جب کوئی وارث مال وراثت سے اپنے حصہ پر قبضہ کر لے پھر دوسرا وارث اس کے حصے کو چھین لے تو یہ بھی کسی مسلمان کا مال ناحق غصب کرنے میں شامل ہے جس کی احادیث میں بڑی سخت وعید بیان کی گئی ہے جیسا کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے بالشت کے برابر زمین ناحق لی تو قیامت کے دن اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا(15) لیکن آجکل خاندانی نظام میں یہ امر معمولی بلکہ بعض مقامات پر اپنی طاقت و قوت کی دلیل سمجھا جاتا ہے۔

دوسروں کی وراثت دبا لینے کا غیر شرعی اقدام اور اس کے اثرات:

کسی دوسرے وارث کے مال پر قبضہ جمانے والے کے لئے وہ مال، مال حرام ہے۔ مالِ حرام حاصل کرنا اور کھانا کبیرہ گناہ اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں سخت ناپسندیدہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بندہ مال حرام حاصل کرتا ہے، اگر اس کو صدقہ کرے تو مقبول نہیں اور خرچ کرے تو اس کے لیے اس میں برکت نہیں اور اپنے بعد چھوڑ کر مرے تو جہنم میں جانے کا سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ برائی سے برائی کو نہیں مٹاتا، ہاں نیکی سے برائی کو مٹا دیتا ہے بے شک خبیث کو خبیث نہیں مٹاتا(16)

یتیم اور نابالغ ورثاء کے حصوں سے اخراجات میں احتیاط:

یتیم بچوں کو وراثت میں جو حصہ ملتا ہے یا اس کے علاوہ ان کی اپنی کسی جائز کمائی یا تحفہ وغیرہ کے ذریعے جو مال انہیں ملتا ہے اسے خرچ کرنے کے حوالے سے ہمارے معاشرہ میں بہت سی غفلتیں اور کوتاہیاں پائی جاتی ہیں، جیسے یتیم اور نابالغ وارثوں کا حصہ جدا نہیں کرتے بلکہ سبھی کے ساتھ مشترک رکھتے ہیں اور اسی مشترکہ مال سے صدقہ وخیرات کیا جارہا ہوتا ہے، رشتہ داروں میں غمی خوشی کے مواقع پر لین دین چل رہا ہوتا ہے، گھر میں آنے والے مہمانوں کی مہمان نوازی ہو رہی ہوتی ہے، بھائی بہن کی شادی اور تعلیم وغیرہ میں وہی مال صرف ہو رہا ہوتا ہے۔ اس مشترکہ مال میں یہ سب تصرفات شرعاً ناجائز و حرام ہیں کیونکہ اس میں یتیم کا مال بھی شامل ہے جسے ان معاملات میں خرچ کرنا جائز نہیں، لہذا اس کا حل یہ ہے کہ یتیم اور نابالغ وارث کا حصہ جدا کر دیا جائے، اس کے بعد دیگر بالغ ورثاء باہمی رضامندی سے ان معاملات میں مال وراثت خرچ کریں۔ یتیم کا مال گھر کے افراد کیلئے مشترکہ پکائے گئے کھانے اور

اس سے ملتی جلتی چیزوں میں ملا لینا جائز ہے لیکن صدقہ وخیرات، مہمان نوازی اور رشتے داریوں کے لین دین میں دینا ہر گز جائز نہیں۔

(3) دیگر ورثاء کی میراث سے متعلق غیر شرعی طریقے اور خاندانی نظام پر اثرات:

والدین کو اولاد کی وراثت سے حصہ نہ دینے کا رواج اور اس کے اثرات:

اولاد کے انتقال کے وقت اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں زندہ ہیں تو وہ بھی شرعی طور پر اپنی اولاد کے وارث ہیں اور اس کے ترکہ سے حصہ پائیں گے۔ ہمارے ہاں بعض جگہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ اولاد تو والدین کے مال میں حصہ دار ہوتی ہے لیکن والدین اولاد کے مال میں حصہ دار نہیں ہوتے، یہ بات واضح طور پر غلط اور قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ ایک دوسری غفلت اسی صورت میں یہ ہے کہ ماں یا باپ کو وارث تو سمجھا جاتا ہے لیکن وراثت انہیں دی نہیں جاتی۔ والدین اگر فوری مطالبہ نہ کریں تو اگرچہ انہیں فوراً دینا ضروری نہیں لیکن عموماً اس طرح کے مقامات پر نہ دینے کا نتیجہ بالآخر کلی طور پر محروم کر دینے کی صورت میں ہی نکلتا ہے کہ والدین کو بالکل ہی وراثت نہیں دی جاتی جو کہ غیر شرعی اور غیر اخلاقی فعل ہے۔

بڑے بھائی کی جانب سے تقسیم میراث میں غیر شرعی اقدامات اور ان کے اثرات:

آجکل بعض گھروں میں باپ کی وفات کے بعد گھر کے تمام امور مع جائیداد بڑے بھائی کے ہاتھ آجاتے ہیں۔ چھوٹے بھائی جو کچھ کما کر لائیں بڑے بھائی کو دے دیتے ہیں۔ بڑا بھائی عمدہ حصہ اپنے لیے اور ردی حصہ چھوٹے بھائیوں کو دیتا ہے۔ خود دل کھول کر خرچ کرتا ہے لیکن چھوٹے بھائیوں کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا۔ اس غیر شرعی اقدام کے خاندانی نظام پر لازمی اثرات یہ ہوتے ہیں کہ باہم جھگڑے، بدگمانیاں، غیبت اور شکایات پیدا ہوتی ہیں۔ اس کا حل یہی ہے کہ بڑا بھائی اپنی برتر حیثیت سے کام لے کر والد کی وفات کے بعد جلد از جلد تمام مال گھریلو سامان، زمین، مکان وغیرہ کی اللہ کے مقرر کردہ حصوں کے مطابق تقسیم کر کے خود کو سرخرو کرے ایسا کرنے سے وہ تمام اہل خانہ کی بدگمانیوں سے اپنی ذات کو محفوظ کر لے گا اور اسے صرف اپنے بیوی بچوں کی فکر کرنا پڑے گی البتہ نابالغ بہن بھائیوں کے بالغ ہونے اور ان کے نکاح ہونے تک ان کے جملہ امور کی نگرانی اس کا شرعی فریضہ ہے۔ لیکن اس شکل میں اسے چاہیے کہ ان کے حصے کی زمین، مکان، گھریلو سامان، رقم، زیور غرض جو کچھ بھی ہو محفوظ رکھے کیوں کہ یہ نابالغ بہن بھائی یتیم ہیں۔ مزید برآں ہمارے معاشرہ میں لوگ یتیموں کو ردی حصہ دیتے اور خود عمدہ حصہ رکھ لیتے ہیں، یہ بھی گناہ کبیرہ ہے۔ اگر بڑا بھائی صاحب حیثیت ہے تو ان کے مال میں سے ان کے اخراجات کے لیے کچھ نہ لے اور اگر صاحب مال نہیں تو ضرورت کے مطابق ان پر خرچ کرے۔ یہی قرآن کی تاکید ہے: "ومن كان غنيا

فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیأکل بالمعروف"مال داروں کو چاہیے کہ (ان کے مال سے) بچتے رہیں ہاں مسکین محتاج ہو تو دستور کے مطابق واجبی طور سے کھالے۔([17])

میت کی ایک بیٹی ہونے کی صورت میں چچا کا حصہ نہ لینے کا رواج اور اس کے اثرات:

ہمارے معاشرے میں جس شخص کی ایک بیٹی یا بیٹیاں ہوں تو اس کے ترکے میں شریعت اس کے چچاؤں، یا چچا کے بیٹوں کو بھی حصہ دار ٹھہراتی ہے لیکن ہمارے معاشرے میں یہ روایت ہے کہ چچا اپنی بھتیجی یا بھتیجیوں سے حصہ وصول نہیں کرتے، اسے غیرت کے منافی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو بیٹی کے ساتھ شریکا کرنے والی بات ہے۔ حالانکہ شرعاً یہ محض ایک وسوسہ ہی ہے نعوذ باللہ! کیا اللہ کو معلوم نہیں تھا کہ چچا کا بھتیجی کے ساتھ جائیداد کا وارث بنا بیٹی کے ساتھ شریکا ہے۔ خاندانی نظام پر اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات چچا یا چازاد مالی لحاظ سے خاصے کمزور ہوتے ہیں اس کے باوجود وہ اپنا حق وصول نہیں کرتے ایسے ہی ہمارے معاشرہ میں بعض چچا تایا لڑکی کی شادی رشتہ مناسب نہ ہونے اور لڑکی کی رضامندی نہ ہونے کے باوجود اپنے گھر کے کسی مرد سے کر دیتے ہیں تاکہ وراثت تقسیم نہ کرنی پڑے اور بیٹی کو اس کے باپ کی جائیداد میں سے حصہ نہ دینا پڑے حالانکہ یہ صریحاً ظلم ہے۔ ایک یتیم بچی کو اس کے مال سے محروم کرنے کا ظلم۔ دوسرے اس کی مرضی کے خلاف اس کی شادی کر دینے کا ظلم۔ اسی طرح بعض والدین بھی کوشش کرتے ہیں کہ چچاؤں کو یا چچازاد کو حصہ نہ ملے سب کچھ اپنی زندگی ہی میں اپنی بیٹی یا بیٹیوں کے نام لگا دیتے ہیں جو کہ شرعی تقسیم سے بھاگنے کے مترادف ہے۔

جائیداد منہ بولے بیٹے یا بیٹیوں کے نام لگا دینے کا عمل اور اس کے اثرات:

ہمارے معاشرہ میں بے اولاد حضرات کسی رشتہ دار یا کسی غیر کے بچے کو گود لے کر پرورش کرتے اور اسے اپنا بیٹا ظاہر کرتے ہیں۔ اپنی جائیداد اصل حصہ داروں میں تقسیم کرنے کے بجائے اپنی زندگی ہی میں اس بچے کے نام کر دیتے ہیں یہ بھی شرعی تقسیم میراث کے خلاف ہے کیونکہ کسی اور کے بچے کو اپنا صلبی بیٹا یا بیٹی ظاہر کرنا حرام اور جاہلی امور میں سے ہے۔([18]) اور منہ بولے بچوں کے نام اپنی جائیداد کر دینا اللہ کے مقرر کردہ حصہ داروں کا حق غصب کرنے کے مترادف ہے جو کہ گناہ کبیرہ ہے۔ اس کا شرعی حل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے مرنے والے کو یہ حق دیا ہے کہ وہ کل جائیداد کے ایک تہائی حصے کی اس شخص کے حق میں وصیت کر سکتا ہے جسے شرعا حصہ نہیں مل سکتا، وصیت کے اس قانون سے فائدہ اٹھا کر ایسے منہ بولے بیٹے یا بیٹیوں کے نام ایک تہائی حصہ کیا جا سکتا ہے۔

ورثا کو جائیداد سے محروم کرنے کے لیے جائیداد وقف کر دینا:

ہمارے ہاں کچھ لوگ خصوصاً بے اولاد مرد اور عورتیں اپنی زندگی ہی میں تمام جائیداد کسی مدرسے، مسجد یا کسی فلاحی ادارے اور کار خیر کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔ شرعی نقطہ نگاہ سے اس کی تفصیل یہ ہے کہ (1) اگر صاحب جائیداد مرض الموت یا بڑھاپے کو پہنچ چکا ہے وہ صرف اپنے کل مال کے تہائی حصے کی وصیت کر سکتا ہے اس سے زائد کی نہیں، جس کی دلیل یہ حدیث ہے: "سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں بیمار ہوا اور مرنے کے قریب ہو گیا! رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے آئے تو میں نے کہا کہ میرے پاس بہت سامال ہے اور میری ایک ہی بیٹی ہے، کیا میں اپنا مال اللہ کی راہ میں دے دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں"۔ میں نے کہا کہ کیا دو تہائی دے دوں؟ فرمایا "نہیں"۔ میں نے عرض کیا نصف دے دوں؟ فرمایا نہیں"۔ میں نے پوچھا ایک تہائی دے دوں؟ فرمایا" تہائی دے سکتے ہو اور یہ بھی بہت ہے اگر تم اپنی اولاد کو مال دار چھوڑ کر جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ محتاج ہوں اور مانگتے پھریں۔ جو مال تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو اس پر تمہیں اجر ملے گا حتی کہ اس نوالہ پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو۔(19) لہذا اگر اس نے تہائی مال سے زائد وقف کیا ہے چاہے ایک ہی مد میں چاہے مختلف مدات میں تو اسے ایک تہائی تک ہی پورا کیا جائے۔ بقیہ مال جائیداد میں شامل کیا جائے گا۔

☆ اگر کسی ایسے شخص کے نام جائیداد کی وصیت کی ہے جسے اللہ کے مقرر کردہ حصوں کے مطابق حصہ بھی ملنا تھا تو اس پر عمل درآمد نہیں کیا جائے گا۔ ☆ اگر ایسا رشتہ دار ہے جسے شرعاً حصہ نہیں ملتا تھا تو اس کے حق میں وصیت کی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ کل جائیداد کے 1/3 حصہ سے زائد نہ ہو۔ ☆ اگر ضرورت مند رشتہ دار موجود ہوں تو دوسری مدات میں وقف کرنا پسندیدہ نہیں کیونکہ اول حق رشتہ داروں کا ہے لیکن اس صورت میں وقف کے احکام مرتب ہو جائیں گے۔ (2) اگر جائیداد اس وقت کسی کے نام کی ہے جب کہ صاحب مال شخص کسی جان لیوا بیماری میں مبتلا نہیں اور نہ ہی بوڑھا ہے تو ایسی صورت میں یہ ہبہ کہلائے گا۔ وہ چاہے تو اس شخص کو دے جسے مرنے کے بعد اس کی جائیداد میں سے حصہ ملنا ہے یا کسی مدرسے، مسجد، کسی رفاہی ادارے، جہاد فی سبیل اللہ غرض جہاں چاہے، وقف یا ہبہ کر دے۔ شرعاً ایسا کر سکتا ہے۔

بوڑھے لاولد کی جائیداد اپنے نام کرا لینے کا غیر شرعی اقدام اور اس کے اثرات:

خاندان میں اگر کوئی بوڑھا، یا سفیہ شخص لاولد ہو تو بعض رشتہ دار مختلف حیلوں بہانوں سے، نیز اپنی وفاداری اور محبت کے سبز باغ دکھا کر اور دوسرے حق داروں کے خلاف بڑھکا کر جائیداد اپنے نام منتقل کر والیتے ہیں۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایسے اشخاص کو مطلب برآری کے بعد کوئی پوچھتا تک نہیں لہذا کسی لاولد، یا اولاد والے شخص کو بھی اپنی

زندگی میں اپنی جائیداد دوسروں کے نام کرنے کی غلطی نہیں کرنا چاہیے۔ جس کی سب سے بڑی وجہ تو یہی ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کو اس کا حکم نہیں دیا کہ وہ اپنی زندگی ہی میں اپنی املاک سے دستبردار ہو جائے۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو اپنا مکان اپنے بیٹوں، پوتوں یا بھتیجوں وغیرہ کے نام منتقل کر کے خود بے گھروں کی طرح ایک کونے میں یا چھت پر ایک چھپر میں زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں۔ اپنی املاک کے ہوتے ہوئے بھی وہ خرچ کرنے کے لیے ایک ایک پیسے کو ترستے رہتے ہیں۔ کسی بوڑھے یا سفیہ شخص کی جائیداد اپنے نام منتقل کر لیتے وقت اگر ممکنہ حصہ داروں سے عدالت پوچھے تو وہ جھگڑے سے دور رہنے کے باعث کہہ دیتے ہیں کہ انہیں کوئی اعتراض نہیں۔ جس نے جائیداد دوسروں کا حق لے کر اپنے نام کرائی ہے اسے ان کی رضامندی نہیں سمجھنا چاہیے اور اللہ سے ڈرتے ہوئے ان کا حصہ انہیں دینا چاہیے۔

(4) مطلقاً وراثت سے متعلق غیر شرعی طریقے اور خاندانی نظام پر ان کے اثرات۔

تقسیم میراث میں تاخیر کرنا اور اس کے اثرات:

ہمارے خاندانی نظام میں تقسیم میراث کے غیر شرعی پہلوؤں میں سے ایک یہ ہے کہ جب ایک شخص فوت ہو جائے تو اس کی وراثت کو تقسیم کرنے کے بجائے مشترکہ ہی رہنے دیا جاتا ہے۔ مرنے والے کی زندگی میں جس چیز پر جس کا قبضہ ہو وہ اسی کے پاس رہتی ہے۔ جائیداد کے جملہ معاملات کا اختیار کسی بڑے کے ہاتھ میں یا زبردست کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور وہی جائیداد کی آمدنی کے حصے کرنے اور حصہ داروں کو دینے کا ذمہ دار ہوتا ہے جو جائیداد آمدنی کا ذریعہ نہیں ہوتی وہ جامد پڑی رہتی ہے۔ بعض حصہ دار جائیداد سے مکمل طور پر محروم رہتے ہیں خصوصاً بیٹیاں، مطلقہ یا بیوہ بہنیں اور مالی حقوق کے لیے آواز اٹھانے میں کمزور مرد بھی محروم رہتے ہیں۔ جائیداد کے حصہ داروں میں سے بہت سے افراد مرتے اور پیدا ہوتے رہتے ہیں لیکن تقسیم وراثت نہیں کی جاتی۔ کوئی حصہ دار اگر ہمت کر کے اپنا حصہ لینے یا بیچنے کی جسارت کرے تو ناگواری کے ساتھ اور بھی خوشگواری کے ساتھ اسے کچھ حصہ دے دلا کر فارغ کر دیا جاتا ہے۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ کمزوروں کو اپنا مال ہوتے ہوئے بھی دوسروں کے رحم و کرم پر رہنا پڑتا ہے خصوصا یتیم بچے، بیوہ یا مطلقہ خواتین اور مالی لحاظ سے کمزور مرد بھی۔ یہ تمام طبقہ مالی پریشانی کی وجہ سے اور بھی بہت سے مسائل کا شکار ہو جاتا ہے۔ خصوصا تعلیم اور علاج سے محرومی وغیرہ

اس طبقے کو جائیداد پر قابض اور خوشحال رشتہ داروں کی خوش حالی خار بن کر کھٹکتی رہتی ہے اور چونکہ اپنی جائیداد پر آزادانہ تصرف حاصل نہیں ہوتا اس لیے بعض لوگ اپنے ذرائع معاش مستحکم کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ بسا اوقات معاشی کمزوری کی وجہ سے وہ حرام کمائی کی طرف قدم اٹھا لیتے ہیں۔ یوں اپنا حلال مال ہوتے ہوئے وہ حرام مال کمانے

پر دلیر ہو جاتے ہیں۔ جائیداد مشترک رکھنے کے لیے ہی لڑکیوں کے رشتے چچاؤں کے گھروں کے علاوہ کہیں اور نہیں کیے جاتے۔ عموماً یہ رشتے بے جوڑ ہوتے ہیں۔ لڑکا یا لڑکی راضی ہی نہیں ہوتے لیکن زبردستی نکاح کر دیا جاتا ہے۔

میراث کی تقسیم اندازے سے کرنے کا غیر شرعی عمل اور اس کے اثرات:

ترکے کی تقسیم باقاعدہ مالیت کا حساب لگا کر کرنا چاہیے تاکہ کسی حصہ دار کو نقصان نہ اٹھانا پڑے محض اندازہ لگا کر تقسیم نہیں ہونا چاہیے۔ ہمارے معاشرے میں اس غیر شرعی عمل کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اندازوں سے کی گئی تقسیم کو کوئی حصہ دار خوش دلی سے قبول نہیں کرتا۔ دلی شکایات ضرور رہتی ہیں۔ لہذا وراثت کی تقسیم کا درست طریقہ یہ ہے کہ تمام جائیداد کی الگ الگ قیمت لگا کر پھر اسے جمع کر کے اس کی مالیت تقسیم کر لی جائے اگر حصہ داروں میں نابالغ بچے بھی ہوں تو یکساں تقسیم اور بھی ضروری ہے۔

ترکے میں سے بعض چیزوں کی تقسیم کرنے اور بعض کی نہ کرنے کا عمل اور اس کے اثرات:

انصاف اور حدود اللہ پر عمل کا تقاضا یہ ہے کہ ان تمام چیزوں کی تقسیم کی جائے جو میت کے ترکہ میں شامل ہیں جب کہ ہمارے معاشرے میں بعض لوگ صرف اس جائیداد کا حصہ کرتے ہیں جو حکومت کے کاغذات میں درج ہوتی ہے۔ دیگر گھریلو اشیاء چاہے وہ کتنی ہی قیمتی اور زیادہ کیوں نہ ہوں ان کی تقسیم نہیں کی جاتی۔

اولاد کا زبردستی زندہ والدین سے حصہ وصول کرنا اور اس کے اثرات:

دور حاضر میں مغربیت نے ہماری اقدار کو اتھل پتھل کر دیا ہے۔ والدین اور اولاد کا طرزِ فکر بدل چکا ہے۔ والدین اولاد کو برے بھلے پر ٹوک نہیں سکتے اور اولاد بھی والدین کی فرماں برداری کو اپنے اوپر ایک ناروا بوجھ سمجھتی ہے۔ یورپی معاشرے کی تمام بے حیائی، سرکشی، بے راہروی اور عیش پرستی ہمارے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔ اکثر لڑکے اپنے باپ سے زبردستی یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کا والدین اپنی جائیداد میں سے اپنے بیٹے کا حصہ ادا کر دے۔ والدین مجبور ہو کر بیٹے کا حصہ اسے ادا کر دیتے ہیں اور خود بعض حالات میں بالکل تہی دست ہو جاتے ہیں۔ بیٹا حصہ وصول کر کے بھی والدین سے راضی نہیں ہوتا بلکہ مزید بدتمیزیاں کرتا چلا جاتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ والدین کا یہ فرض ہے کہ شادی کے بعد اپنے بیٹے کو جب علیحدہ کریں تو اسے اپنی کمائی سے الگ گھر دیں، اگر والدین لڑکوں کو علیحدہ کرتے ہوئے الگ گھر نہ دیں تو بہو بیٹے اسے ماں باپ کی ناانصافی تصور کرتے ہیں۔ جب کہ شرعاً جب بیٹے کی شادی ہوتی ہے تو وہ اپنے تمام اخراجات کا ذمہ دار خود ہے۔ اگر والدین اسے کچھ دیتے ہیں تو یہ ان کی طرف سے حسن سلوک ہے۔ بیٹے بہو کا حق ہر گز نہیں ہے۔

عاق کرنا اور مستحق وارث کو اس کا حصہ نہ دینا:

خاندانی نظام میں تقسیم میراث کے غیر شرعی رویوں میں ایک رویہ اپنی اولاد کو نافرمانی یا دیگر وجوہ کی بنیاد پر عاق کرنے کا رویہ بھی ہے آئے دن اخبار اشتہارات کے ذریعے اپنی اولاد سے اعلان لاتعلقی اور جائیداد سے عاق و محروم کرنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے والدین یہ سمجھتے ہیں محض اس ایک اشتہار کے ذریعے انہیں اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے شرعی حق وراثت سے محروم کر دیا جائیگا حالانکہ یہ بالکل غیر شرعی عمل ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں کیونکہ یہ حق وراثت انہیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے جو بندے کے ختم کرنے سے ختم نہیں ہو سکتا اسی طرح ہمارے معاشرہ میں کئی صورتوں میں جہالت کی وجہ سے اور کئی جگہ غفلت کی وجہ سے اور کئی جگہ ظلم کی وجہ سے مستحق وارث کو اس کا حصہ نہیں دیا جاتا جیسے بہت سی صورتوں میں بہنوں یا بھائیوں یا نانی، دادی، دادا کا وراثت میں حصہ بن رہا ہوتا ہے لیکن لاعلمی کی وجہ سے نہیں دیا جاتا اور یونہی ماں کا حصہ بنتا ہے لیکن غفلت کی وجہ سے نہیں دیا جاتا جبکہ ظلمانہ دینا تو واضح ہی ہے۔

خلاصہ کلام:

دین اسلام نے اپنی جامعیت اور ہمہ گیریت کو قائم رکھتے ہوئے بطور مکمل ضابطہ حیات، بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لیے جو نظامہائے زندگی دیے ان میں نظام میراث ایک جامع، کامل واکمل، مبنی بر عدل اور بے مثل نظام ہے جس پر عمل اس معاشرے کو جنت نظیر بنانے کا ضامن ہے مگر بدقسمتی سے ہمارے خاندانی نظام میں سرایت کر جانے والے غیر شرعی رسوم ورواج نے اس نظام کے روشن چہرے کو دھندلا دیا ہے جن کی تفصیل اور خاندانی نظام پر ان کے مہلک اثرات کا جائزہ لیا جاچکا ہے۔ ایسے حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی ترجیحات، پسند ناپسند اور باطل رسوم ورواج کو بالائے طاق رکھ کر اپنے خاندانی نظام میں رونما ہونے والے ان غیر شرعی طریقوں اور رویوں کا تدارک کریں اور قرآن وحدیث میں موجود اسلامی تعلیمات کے عین مطابق اپنے خاندانی نظام کو استوار کریں تاکہ معاشرے میں مساوات اور عدل وانصاف قائم ہو۔ اس حوالہ سے اس طرز کی کانفرنسز بھی بیداریٔ شعور میں ممد ومعاون ثابت ہونگی۔

حوالہ جات

---

[1] ابن عربی، محیی الدین، احکام القرآن، ج 1 ص 138 مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت

[2] مشہور صحابی

[3] النساء، 11:4

[4] ابن عربی، احکام القرآن، ج1 ص138 مؤسستہ الاعلمی للمطبوعات بیروت

[5] ابن کثیر, اسماعیل بن عمر، ابوالفداء، تفسیر القرآن العظیم، ج1 ص456 دار ابن حزم بیروت

[6] شعرانی، ابوالحسن علی بن عیسیٰ، کشف الغمہ فی معرفتہ الائمۃ، ج2 ص159 المجمع العالمی لاھل البیت ایران

[7] ابن جوزی، عبدالرحمن، ابوالفرج، نقد العلم والعلماء ص382 مطبعتہ السعادۃ مصر

[8] ازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ج:1، ص:323،322، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاھور

[9] حضرت نعمان کی زوجہ

[10] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، رقم الحدیث 2587 دار الکتب العلمیہ بیروت

[11] قشیری، مسلم بن حجاج، الصحیح، رقم الحدیث:1623

[12] النساء، 10:4

[13] نیشاپوری، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ، حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ج5 ص234 دار الرسالۃ العالمیۃ بیروت

[14] النساء، 29:4

[15] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج2 ص377 رقم الحدیث 3198 دار الکتب العلمیہ بیروت

[16] احمد، ابن حنبل، امام، المسند، ج2 ص33 رقم الحدیث:3672

[17] النساء، 06:4

[18] الاحزاب:5

[19] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج2 ص377 رقم الحدیث 3198 دار الکتب العلمیہ بیروت